Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

فرح نورین

انسٹرکٹر اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج آف کامرس، بہاول نگر

مزمل امین

ریسرچ سکالر، پی ایچ ڈی، دی اسلامیہ یونیورسٹی اف بہاول پور

ناول "دیا جلتا رہا" (دوم) میں مذکور مشاہیر ادب کا سوانحی مطالعہ

A biographical study of popular literature mentioned in the novel "Diya Jalta Raha" (II).

Abstract

"Diya Jalta Raha" is a novel by Professor Dr. Shafiq Ahmed. The author has established a new tradition by writing a second novel with the same title and even his third novel having the same title is in progress The most unique aspect of novel is the mentioning of various literary figures in different contexts Dr Shafiq Ahmed has the honor of meeting most of them, including Naseem Hijazi , Mushfiq khawaja , Zahoor Nazar , Syed Saeed Ahmed , Abid Siddiq , khursheed Nazir, Murtaza Barlas , Anwar Sabir and Zawar Husain Shah ln his novel he has used the reference to Nazir Ahmed's novel very aptly The author has skillfully introduced the characters through verses by Mir Taqi Mir and Allama Iqbal

Keyword: Same title , unique aspect , Mentioning various literary figures , introduced the characters through verses

گوہر تحقیق
Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

ناول "دیا جلتا رہا" کے مصنف پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد 22 سے زائد کتب کے مصنف و مؤلف ہیں جو 10 مئی 1952ء کو قصبہ گجرات (سابقہ ضلع مظفر گڑھ، موجودہ ضلع کوٹ ادو) میں پیدا ہوئے ان کے والدین کا تعلق ضلع انبالہ کی تحصیل جگادری سے تھا جو قیام پاکستان کے بعد مملکت خداداد ہجرت کر آئے ان کے والدین آگ اور خون کی اس ہولی کے چشم دید گواہ تھے جس پر انسانیت شرما جائے یہی وجہ ہے کہ مصنف نے اس ناول میں ہجرت کے اندوہناک سفر میں پیش آئے واقعات کو ان کے کراہت آمیز پہلوؤں سمیت پیش کیا ہے ڈاکٹر شفیق احمد نے ابتدائی تعلیم ملتان میں پائی انہوں نے 1952ء میں اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے اردو کی ڈگری حاصل کی وہ 1978ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے شعبہ اردو و اقبالیات میں بطور لیکچرار تعینات ہوئے اور 2012ء میں بحیثیت صدر شعبہ ریٹائر ہوئے انہوں نے "مولانا غلام رسول مہر حیات اور کارنامے" کے موضوع پر مقالہ لکھ کر 1985ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے 21 سے زائد تحقیقی مقالات ان کی نگرانی میں مکمل ہوئے انہوں نے دوران ملازمت لاتعداد سیمیناروں اور مشاعروں کا اہتمام کیا اور شعبہ کا میگزین "سروش" جاری کیا ان کا پہلا اردو ناول "دیا جلتا رہا" 2016ء اور اسی نام سے دوسرا ناول 2024ء میں شائع ہو کر ادبی حلقوں میں سند قبولیت پا چکا ہے جبکہ اسی عنوان سے تیسرا ناول بھی زیر ترتیب ہے۔(1)

ان کے شائع ہونے والے دونوں ناولوں کو ہر لحاظ سے مکمل اور بھرپور قرار دیا جا سکتا ہے "دیا جلتا رہا" کا عنوان گہری معنویت کا حامل ہے یوں تو یہ دونوں ناول انسانی خوشیوں اور دکھوں کے ہلکے اور گہرے رنگوں سے عبارت ہیں لیکن "دیا جلتا رہا" (دوم) میں خاص طور سے بہاول پور، ڈیرہ غازی خان اور انبالہ ڈویژنوں کے مکینوں کو منتخب کیا گیا ہے "دیا جلتا رہا" (دوم) کا پلاٹ شاندار ہے ناول کا ہر کردار ایک طبقے کا نمائندہ بن کر مکمل داستان سناتا ہے ناول کا اسلوب جاندار اور اثر انگیز ہے مختلف پس منظر کے حامل کرداروں کی بولیاں ان کی پوری کمیونٹی کی نمائندگی کرتی ہیں ناول میں شستہ و رواں اردو، پنجابی، سرائیکی، حیدرآبادی، رانگڑی اور انگریزی زبان کا لہجہ اور ذائقہ موجود ہے ناول کے ڈکشن کی وسعت مصنف کے وسیع مشاہدہ اور مطالعہ کا ثبوت ہے اس ناول کی سب سے خاص بات مختلف مشاہیر ادب کا تذکرہ ہے جو کہانی میں برمحل اور حسب ضرورت ہے مختلف مشاہیر ادب کا تزکرہ بعض اوقات ناول کے مختلف کردار دوران گفتگو کرتے دکھائی دیتے ہیں اور کہیں ان ادبی شخصیات پر خود کلامی کے انداز میں تبصرہ ملتا ہے اور بعض مشاہیر ادب کو ناول میں باقاعدہ کردار کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور بعض جگہ مصنف بڑے مؤثر انداز میں کسی مشہور ادبی شخصیت کا کوئی ایسا رخ سامنے لاتا ہے جو قاری کے لیے نیا اور اچھوتا ہوتا ہے ناول میں مزکور مشاہیر ادب کے حوالے سے دی گئی معلومات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان شخصیات میں سے سوائے چند کے اکثر کے ساتھ

گوہر تحقیق

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

مصنف کا براہ راست رابطہ رہا چونکہ مصنف کو بیشتر مشاہیر سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اس لیے اس کے مشاہیر ادب کے حوالے سے پیش کردہ تاثرات نہایت قیمتی ہیں مصنف نے ناول کے چند کرداروں کا تعارف بذریعہ شعر بھی کرایا ہے جس سے اس کردار کا تاثر گہرا اور اس کی شخصیت نکھر کر سامنے آئی ہے۔

دیا جلتا رہا دوم میں جن مشاہیر ادب کا براہ راست تزکرہ ملتا ہے یا ان کی کسی تخلیق کو شامل کیا گیا ہے ان میں میر تقی میر ،ڈپٹی نذیر احمد، علامہ اقبال، نسیم حجازی، مشفق خواجہ، ظہور نظر، سید سعید احمد، غلام سرور ناز، عابد صدیق، خورشید ناظر، مرتضیٰ برلاس، انور صابر، اور زوار حسین شاہ کے نام سر فہرست ہیں۔ ناول "دیا جلتا رہا" (دوم) کا کردار ڈاکٹر عتیق، میر تقی میر کے ایک کلاسک شعر

ہستی اپنی حباب کی سی ہے

یہ نمائش سراب کی سی ہے کو اپنی زندگی پر منطبق کرتا ہے اور قارئین کو لفظیات شعر اور اس کی معنویت پر غور کرنے پر مجبور کرتا ہے ڈاکٹر عتیق کی خود کلامی پورے تاثر کے ساتھ جلوہ گر ہے جب وہ کہتے ہیں کہ " قہوے کی کڑواہٹ اور شعر میں موجود لفظ حباب، سراب اور نمائش کی کم مائیگی اسے اپنی ہستی کے ہونے اور نہ ہونے کے اشکال میں ڈال رہی تھی" (دیا جلتا رہا' دوم، صفحہ 195) یہ ادبیانہ انداز مصنف کا خاصہ ہے انہوں نے ناول کے ایک کردار کی کشمکش اور کم مائیگی کو بذریعہ شعر میر بیان کیا ہے انسان کی بے وقعتی، بے بسی اور ناقدری اس شعر سے عیاں ہے یہ شعر کسی بھی حساس انسان کا ترجمان ہو سکتا ہے۔

میر تقی میر اردو کے صف اول کے شاعر ہیں ان کا نام محمد تقی تھا جو 1722ء میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے جہاں ان کا بچپن گزرا نوجوانی میں دہلی میں سکونت اختیار کی جبکہ عمر کا آخری حصہ لکھنؤ میں بسر کیا میر تقی میر کے والد کا نام محمد علی اور لقب علی متقی تھا جو درویش صفت انسان تھے میر نے اپنے منہ بولے چچا امان اللہ سے کسب فیض کیا لیکن ابھی وہ صرف دس برس کے تھے کہ امان اللہ کا انتقال ہو گیا اور یوں میر صرف تین برس ہی ان کی صحبت میں رہے امان اللہ کے انتقال کے ایک سال بعد ہی میر کے والد بھی وفات پا گئے چونکہ میر اپنے والد اور منہ بولے چچا سے بے حد متاثر تھے اس لیے ان دونوں کی وفات ایسے سانحات تھے جنہوں نے میر کو ہلا کے رکھ دیا غربت کے ہاتھوں مجبور میر نے گیارہ برس کی عمر میں آگرہ سے دہلی کی جانب کوچ کیا جہاں نواب صمصام الدولہ جو میر کے والد کے مرید تھے، نے ان کا ایک روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا اس مالی معاونت نے میر کو کسی حد تک آسودہ کر دیا اور وہ آگرہ لوٹ آئے لیکن کچھ عرصہ بعد نواب صمصام الدولہ کے نادر شاہ کے ساتھ ہونے والی جنگ کا

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

ایندھن بننے کے بعد میر کا یہ وظیفہ بند ہو گیا اس کے نتیجے میں وہ ایک بار پھر آگرہ کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گئے میر پندرہ برس کی عمر میں ناچار دلی لوٹ آئے جہاں انہیں سوتیلے ماموں سراج الدین علی خان آرزو کے گھر مجبوراً سکونت اختیار کرنی پڑی میر کے ساتھ خان آرزو کا رویہ نامناسب تھا دلی میں سید سعادت علی نے انہیں ریختہ کی جانب راغب کیا میر کو نہ صرف اپنی زندگی میں تجربہ عشق میں ناکامی بلکہ بدنامی کا بھی سامنا کرنا پڑا اسی بدنامی کے سبب انہیں ایک بار آگرہ بھی چھوڑنا پڑا میر نے طویل عمر پائی انہوں نے اپنی زندگی آگرہ، دلی اور لکھنؤ میں گزاری ان کا انتقال 1810ء میں لکھنو میں ہوا۔(2)

میر تقی میر نے چھ اردو دیوان اور ایک فارسی دیوان اپنی یادگار چھوڑا انہوں نے غزل، قصیدہ، رباعی، مثنوی، مرثیہ اور واسوخت پر طبع آزمائی کی اور سب میں کامیاب رہے ان کے مثلث، مخمس، مسدس، قطعہ، ترجیع بند، ترکیب بند اور تضمین بھی ان کی قادر الکلامی کے گواہ ہیں۔ "دیا جلتا رہا" دوم کا ایک اہم کردار پروفیسر ڈاکٹر شہزا کوثر کا ہے ناول میں وہ بہاول پور کے مشہور ہوٹل "الہلال" میں علی کے بے نظیر کباب کھاتے ہوئے ان کبابوں کی شان میں جو قصیدہ پڑھتی ہیں اس پر رانیا کو ڈپٹی نذیر احمد کا مشہور ناول "توبتہ النصوح" یاد آجاتا ہے اور وہ یوں گویا ہوتی ہے "میڈم نے تو "توبتہ النصوح" میں درج ڈپٹی نذیر احمد کی کہانی دہرا دی جس میں چنے کی باتیں سن کر فرشتے چنے کو کھانے کے لیے دوڑے تھے"(دیا جلتا رہا، دوم، صفحہ 103) مصنف نے موقع کی مناسبت سے یہاں اردو کے مشہور ناول میں درج تلمیح کو بڑی چابک دستی سے استعمال کیا ہے جو مصنف کے وسیع المطالعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے نذیر احمد 1830ء میں مولوی سعادت علی کے گھر پیدا ہوئے ابتدا میں عربی، منطق اور صرف و نحو کے اسباق لیے اور قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی 1846ء میں دہلی کالج میں داخل ہوئے جہاں جدید علوم سے شناسائی ہوئی 1854ء میں معلم تعینات ہوئے اور دو سال کی قلیل مدت میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدے پر ترقی پائی "انڈین پینل کوڈ" کا ترجمہ کیا اس شاندار کام کے صلے میں تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر کے عہدوں پر فائز کیے گئے حکومت کی جانب سے معیاری کتب پر انعامات دینے کے سلسلے کا آغاز ہوا تو 1869ء میں ڈپٹی نذیر احمد کے لکھے ناول "مرآت العروس" کو حکومت کی جانب سے اول انعام کا حقدار ٹھہرایا گیا جسے اردو کا پہلا ناول قرار دیا جاتا ہے نزیر احمد 1872ء سے 1877ء تک کلکٹر کے عہدے پر فائز رہے ساتھ ہی انہوں نے ادبی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں اس عرصے میں ان کے لکھے دو ناول "بنات النعش" 1872ء اور "توبتہ النصوح" 1874ء کے علاوہ ان کی ایک اور تصنیف "مبادی الحکمت" بھی حکومتی انعام کی مستحق قرار پائی انہوں نے جدید علم ہئیت کے موضوع پر فرانسیسی زبان میں لکھی گئی تصنیف کے انگریزی ترجمے کا "سماوات" کے نام سے اردو ترجمہ کیا انہوں نے ریاست حیدرآباد دکن کی مجلس مال کے رکن کے طور پر خدمات سرانجام دیں ریاست حیدرآباد دکن میں

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

سیاسی عدم استحکام کے باعث وہ 1884ء میں دہلی منتقل ہو گئے جہاں انہوں نے کئی شاہکار ناول لکھے جن میں "فسانہ مبتلا" 1885ء، "ابن الوقت" 1888ء، "ایامی" 1891ء اور "رویائے صادقہ" 1893ء شامل ہیں 1893ء میں ہی انہوں نے قرآن مجید کے ترجمہ کا آغاز کیا انہوں نے قانون، غدر، علم ہئیت اور شہنشاہ ہفتم کی تاج پوشی کے موضوعات پر مبنی کتب کے اردو تراجم کیے ان کی کتب اور رسائل منت الحکایات، چند پند، مبادی الحکمت اور مایغنیک فی الصرف، نصاب خسرو، صرف صغیر قواعد، اور "رسم الخط قواعد املاو کتابت" درسیات اور اخلاقیات پر مبنی ہیں جبکہ ترجمۃ القرآن کے علاوہ الحقوق الفرائض، اجتہاد، امہات الامہ اور مطالب القرآن ان کی مذہبی تصانیف ہیں ان کے مکتوبات کا مجموعہ "موعظہ حسنہ" اور نظموں کا مجموعہ "نظم بے نظیر" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں نزیر احمد کو 1897ء میں "شمس العلماء" کے خطاب سے نوازا گیا اور 1902ء میں ایڈنبرا یونیورسٹی کی جانب سے ایل۔ایل۔ڈی کی ڈگری دی گئی وہ علی گڑھ تحریک، انجمن حمایت اسلام لاہور اور مدرسہ طبیہ دہلی سے وابستہ رہے ان کا انتقال 3 مئی 1912ء کو ہوا۔(3)

"دیا جلتا رہا" دوم میں نزیر احمد کے ناول "توبتہ النصوح" کا تزکرہ موجود ہے اس ناول کا موضوع تربیت اولاد ہے اس ناول کے پلاٹ میں منطقی ترتیب موجود ہے اور کردار کہانی کو بڑی خوبصورتی سے آگے بڑھاتے ہیں "توبتہ النصوح" پر عموماً ڈینیل ڈی فور کے ناول "The Family Instructor" سے ماخوذ ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر محمد صادق "توبتہ النصوح" کو اس کی عمدہ معاشرت نگاری اور جاندار کردار نگاری کے باعث "The Family Instructor" پر فوقیت دیتے ہیں۔4 جس کی بنیادی وجہ ناول کے کرداروں کا فطری انداز میں گفتگو کرنا ہے نزیر احمد کا یہ ناول انسانی زندگی کے سماجی پہلو کے گرد گھومتا ہے لہٰذا اس ناول کو معاشرتی حقیقت نگاری کی عمدہ مثال قرار دیا جا سکتا ہے انہوں نے معاشرتی خرابیوں کے سدباب کے پیش نظر یہ ناول لکھا نزیر احمد کے دیگر ناولوں کی طرح اس ناول کی تخلیق میں بھی مقصدیت کا جذبہ کارفرما ہے۔

"دیا جلتا رہا" دوم کے کرداروں کی باہمی گفتگو میں "توبتہ النصوح" میں درج تلمیح کا تزکرہ آنا فطری معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر شہزا کوثر کی جانب سے کبابوں کے ساتھ ملنے والی اچور کی چٹنی کے خوش ذائقہ ہونے کے ذکر پر رانیا کا بے اختیار "توبتہ النصوح" میں چنے کی گفتگو سن کر فرشتوں کا اس کی جانب للچا کر اسے کھانے کے لیے دوڑنے کا تزکرہ کرنے پر مصنف کی چابک دستی قابل داد ہے۔

پروفیسر شہزا کوثر اس ناول کا ایک باوقار، بااصول اور باصلاحیت کردار ہے وہ ناول میں صاف گو اور باہمت خاتون کے روپ میں جلوہ گر ہیں جسے حق بات کہنے میں باک نہیں وہ دوران گفتگو انتظامی نااہلی اور اعلیٰ مناصب کی بندر بانٹ کو بے نقاب

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

کرتی ہیں حق اور سچ کی فتح کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو جانے والا یہ نڈر کردار انتہائی ملنسار اور خوش اخلاق بھی ہے ناول کے مصنف نے اس خاص کردار کے تعارف کے لیے علامہ اقبال کے مشہور شعر کا انتخاب کیا ہے پروفیسر شہزا کوثر کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں "وہ علامہ اقبال کے شعر۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ
طوفان

کی مثال تھیں" (دیا جلتا رہا، دوم، صفحہ 100) علامہ اقبال ہمارے قومی شاعر ہیں انہوں نے اپنے مصلحانہ اور ناصحانہ فارسی اور اردو کلام کے ذریعے امت مسلمہ کو اپنی کھوئی ہوئی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے بیدار کیا ملت کی تعمیر نو کے خواہاں علامہ محمد اقبال، شیخ نور محمد اور امام بی کے ہاں 9 نومبر 1877ء کو پیدا ہوئے مذہبی رجحان رکھنے والے والدین کے علاوہ ان کے معلم مولوی سید میر حسن نے ان کی تعلیم و تربیت اور شخصیت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا علامہ اقبال نے مکتب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی انہوں نے 1893ء میں اسکاچ مشن سکول سیالکوٹ سے میٹرک پاس کیا جہاں سید میر حسن نے انہیں عربی اور فارسی کی تعلیم دی اور ان کا ادبی ذوق پختہ کیا اس سکول کو کالج کا درجہ ملنے پر یہاں سے 1895ء میں انٹر کیا گورنمنٹ کالج لاہور سے 1897ء میں بی اے اور 1899ء میں ایم اے فلسفہ میں ڈگری لی گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر تھامس آرنلڈ کی صحبت نے علامہ اقبال کی صلاحیتوں میں مزید نکھار پیدا کیا وہ 1905ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انگلستان چلے گئے جہاں انہوں نے اپنے تین سالہ قیام کے دوران میں 1907ء میں میونخ یونیورسٹی سے "فلسفہ عجم" کے موضوع پر پی ایچ ڈی اور 1908ء میں لندن سے بار ایٹ لا کی ڈگری حاصل کی۔(4)

علامہ اقبال کی پہلی شادی 1893ء میں گجرات کی کریم بی بی سے ہوئی جن کے بطن سے مریم اور آفتاب اقبال پیدا ہوئے ان کی دیگر دو بیگمات میں مختار بیگم کا تعلق لدھیانہ جبکہ سردار بیگم لاہور سے تھیں جن سے جاوید اقبال اور منیرہ پیدا ہوئے علامہ اقبال نے انگلستان جانے سے قبل لاہور کے دو کالجز اورینٹل کالج اور گورنمنٹ کالج میں تدریسی خدمات انجام دیں انگلستان میں قیام کے دوران میں انہوں نے لندن یونیورسٹی میں عربی پڑھائی انہوں نے لاہور واپسی پر بطور وکیل اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا آغاز کیا چونکہ ان کی طبیعت ملازمت کے لیے موزوں نہ تھی اس لیے انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کا مضمون جز وقتی پڑھایا۔(5)

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

1890ء میں حصول تعلیم کی غرض سے لاہور آنے والے علامہ اقبال نے اپنی پوری زندگی لاہور میں گزاری انہوں نے گول میز کانفرنسوں میں شرکت کی غرض سے 1931ء میں انگلستان اور 1932ء میں یورپ کا سفر کیا انہوں نے ہسپانیہ، اٹلی، مصر، فلسطین اور افغانستان کی سیاحت کی۔(6)

"علم الاقتصاد" علامہ اقبال کی پہلی کتاب ہے جو 1903ء میں منظر عام پر آئی جو ان کی نثری تخلیق ہے ان کے فارسی شعری مجموعوں میں "اسرار خودی"، "رموز بیخودی"، "پیام مشرق"، "زبور عجم"، "جاوید نامہ"، "مسافر"، "پس چہ باہر کرد اے اقوامِ شرق" اور "ارمغان حجاز" کا نصف حصہ شامل ہے جبکہ "بانگ درا"، "بال جبریل"، "ضرب کلیم" اور نصف "ارمغان حجاز" اردو میں ہے انہوں نے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعتوں کے لیے نصاب بھی مرتب کیا ان کی دیگر نصابی کتب میں تاریخ ہند، آئینہ عجم اور انتخاب نکات بیدل شامل ہے۔(7) ان کے پی ایچ ڈی کے مقالہ کا اردو ترجمہ بعنوان "فلسفہ عجم" بھی شائع ہو چکا ہے اس کے علاوہ ان کے سات انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" کے نام سے ان کی زندگی میں ہوا اس عظیم فلسفی شاعر کا انتقال 21 اپریل 1938ء کو ہوا۔(8)

"دیا جلتا رہا" دوم میں مصنف نے اردو کے ممتاز ناول نگار نسیم حجازی کے بارے میں متعدد مواقع پر معلومات فراہم کی ہیں جن میں سے بعض کی نوعیت ذاتی ہے مثال کے طور پر ناول میں ایک جگہ مصنف لکھتے ہیں کہ چونکہ نسیم حجازی کی راولپنڈی کی رہائش گاہ "الغیاث" کی آرائش کرنے والی تعمیراتی کمپنی کا ڈائریکٹر نسیم حجازی کا پرستار تھا وہ ان کے ادبی قد کاٹھ سے واقف تھا لہٰذا اس نے اس عظیم ناول نگار سے کسی بھی قسم کا معاوضہ لینے سے منع کر دیا (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 10) ناول میں ایک اور جگہ مصنف نسیم حجازی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نسیم حجازی کا شمار ایسے چند ادیبوں میں ہوتا ہے جن کے ناول انتہائی کم قیمت پر دستیاب تھے تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ قارئین مستفید ہو سکیں (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 88) نسیم حجازی کا اصل مقصد مسلمانوں کو ان کی شاندار تاریخ اور تاریخی شخصیات کے کارناموں سے روشناس کرانا تھا لہٰذا اپنی تخلیقات کو لے کر ان کا رویہ بالکل بھی کاروباری نہ تھا ان کا تعلق ان معدودے چند ادیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے تخلیق ادب کو مال کمانے کا ذریعہ نہیں بنایا وہ فن برائے مقصدیت کے قائل تھے انہوں نے جس خاص مقصد کے لیے قلم اٹھایا وہ اس کی اہمیت سے واقف تھے لہٰذا ان کے ناول ارزاں نرخوں پر بآسانی دستیاب ہوتے تھے انہوں نے اپنے شہرہ آفاق ناولوں کی رائلٹی پر کبھی بھی کسی بھی قسم کے لالچ کا مظاہرہ نہیں کیا بلاشبہ یہ رویہ ان کے خالصتاً ادب کی خدمت کے جذبے کا عکاس ہے خالد بن ولید، صلاح

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

الدین ایوبی اور سلطان محمود غزنوی جیسے اسلامی ہیروز سے نئی نسل کو متعارف کرانے والے نسیم حجازی کی ادب پروری کو مصنف نے بطور خاص اجاگر کیا ہے۔

مصنف کی چونکہ نسیم حجازی سے طویل عرصہ میل ملاقاتیں رہیں بلکہ ان کی سنگت میں شب و روز گزارنے کا موقع بھی ملا لہٰذا مصنف کے لیے نسیم حجازی کی "بزرگانہ گفتگوئیں اور مشفقانہ برتاؤ" کو بھولنا ممکن نہیں (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 9) اس لیے وہ ان یادوں کو اپنے ناول میں زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اردو ناول نگاری کا بڑا نام نسیم حجازی 19 مئی 1914ء کو ضلع گورداس پور میں واقع ایک گاؤں میں پیدا ہوئے ان کا اصل نام محمد شریف تھا اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے کیا وہ مختلف اخبارات "تنظیم"، "تعمیر"، کوہستان" سے وابستہ رہے انہوں نے حلقہ ارباب ذوق کے پہلے اجلاس منعقدہ 29 اپریل 1939ء میں اپنا افسانہ "تلافی" پڑھا جبکہ ان کا پہلا ناول "داستان مجاہد" 1942ء میں منظر عام پر آیا۔(9) ان کے اردو ناول انسان اور دیوتا، محمد بن قاسم، آخری چٹان، شاہین، خاک اور خون، یوسف بن تاشفین، آخری معرکہ، معظم علی، اور تلوار ٹوٹ گئی، قیصر و کسریٰ، قافلہ حجاز، اندھیری رات کے مسافر اور کلیسا و آگ شائع ہو چکے ہیں ان کی طنز و مزاح کے موضوع پر تحریر کردہ تصانیف میں "پورس کے ہاتھی"، "ثقافت کی تلاش"، "سفید جزیرہ" اور "سو سال بعد" شامل ہیں نسیم حجازی نے جس مقصد کو مد نظر رکھ کر ناول تخلیق کیے وہ عظمت رفتہ کی بازآفرینی ہے وہ اپنے ناولوں میں مثالی کرداروں کو پیش کر کے مسلمان نوجوان نسل کو ان کی خوبیاں اپنانے پر مائل کرتے ہیں ان کے مرکزی کردار اسلامی تعلیمات سے متاثر دکھائی دیتے ہیں جو در حقیقت نسیم حجازی کی اسلام سے وابستگی کا ثبوت ہیں ان کا انتقال 2 مارچ 1996ء کو راولپنڈی میں ہوا۔(10)

ناول کے کردار سید سعید کے منہ سے نکلا یہ جملہ کہ "ہم دونوں تو مشفق خواجہ کے سبب پھیکی چائے پینے کے عادی ہیں" (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 113) اس جملے سے قارئین کو پتا چلتا ہے کہ مشفق خواجہ بغیر چینی کے چائے پیتے تھے مشفق خواجہ کی یہ عادت ان کے قریبی ساتھیوں کے علم میں تھی یا جنہیں ان کے ساتھ چائے پینے کا موقع ملا تھا مصنف نے اس ناول کے ذریعے ادیبوں کی عادات، طرز زندگی اور ان کی پسند ناپسند کو بھی اجاگر کیا ہے ایسے بے ساختہ جملے قارئین کو ادیب کے بارے میں بہت کچھ بتا جاتے ہیں ایسی ہلکی پھلکی معلومات کا بھی اپنا لطف ہوتا ہے اس ناول میں ایک اور جگہ مصنف نے ایک ایسے شعر کا بھی تذکرہ بطور خاص کیا ہے جو دو مختلف ادیبوں کی مشترکہ کاوش ہے۔

اس سرا میں نہیں قیام بہت

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

زندگی مختصر ہے کام بہت

(دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 115)

یہ شعر مشفق خواجہ اور سید سعید کی مشترکہ تخلیق ہے اس شعر کا مصرع اول مشفق خواجہ جبکہ دوسرا مصرع سید سعید کا ہے بلاشبہ درج بالا شعر فنی اور فکری ہر دو لحاظ سے قابل داد ہے۔19 دسمبر 1935ء کو پیدا ہونے والے مشفق خواجہ کا پورا نام عبد الحئ مشفق خواجہ تھا ان کے والد خواجہ عبد الوحید، علامہ محمد اقبال کے معتمد بھی رہے جو بعد میں لاہور سے کراچی منتقل ہو گئے جہاں مشفق خواجہ نے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بی۔اے (آنرز) اور ایم۔اے اردو کیا وہ انجمن ترقی اردو سے وابستہ ہو گئے جہاں انہیں مولوی عبد الحق کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا انہوں نے "تکبیر" کراچی میں مزاح سے بھرپور کالم لکھے ان کا ایک شعری مجموعہ "ابیات" اشاعت پزیر ہو چکا ہے جو انہیں کامیاب اردو شعراء کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے ان کا انتقال 21 فروری 2005ء میں ہوا۔(11)

پروفیسر سید سعید احمد کے سال پیدائش میں اختلاف پایا جاتا ہے سرکاری دستاویزات کے مطابق وہ مارچ 1951ء جبکہ خاندانی ذرائع کے مطابق 1948ء میں بہاول پور میں پیدا ہوئے ان کے والد عبد الرحیم قیام پاکستان کے بعد لاہور ہجرت کر آئے 1947ء میں وہ بطور استاد عربی جامعہ عباسیہ بہاول پور (موجودہ اسلامیہ یونیورسٹی) سے منسلک ہو گئے سید سعید کی تعلیم کا آغاز بہاول پور میں ہوا انہوں نے 1966ء میں گورنمنٹ ڈین ہائی سکول بہاول پور سے میٹرک کیا 1969ء میں ملتان بورڈ سے ایف اے کیا اس کے بعد وہ کراچی منتقل ہو گئے جہاں انہوں نے 1971ء میں اردو کالج کراچی سے بی اے کی ڈگری لی انہوں نے 1974ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے فارسی کیا جس میں وہ اول رہے اور 1980ء میں اسی یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو کی ڈگری حاصل کی انہوں نے رایزنی فرہنگی وزارت ایران کے ادارے سے مختلف کورس بھی کیے سید سعید نے 1971ء میں انجمن ترقی اردو میں اسسٹنٹ لائبریرین کے فرائض سرانجام دیے جہاں ان کی ملاقات مشفق خواجہ سے ہوئی وہ انجمن کے دونوں رسائل "قومی زبان" اور "اردو" سے 1976ء تک وابستہ رہے اس کے بعد وہ نوشکی کے انٹر کالج میں فارسی پڑھانے پر مامور ہوئے ان کی سرکاری ملازمت کا آغاز 1977ء میں بحثیت لیکچرار فارسی انٹر کالج بغداد روڈ بہاول پور سے ہوا جہاں وہ 1988ء میں اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدے تک پہنچے انہوں نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے شعبہ فارسی میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں 1994ء میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کے عہدے پر ترقی پانے کے بعد ان کی تعیناتی صادق ایجرٹن کالج بہاول

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

پور میں ہوئی جہاں وہ اپنی وفات 1996ء تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔(12) سید سعید بہاول پور کی ادبی تنظیم "اردو مجلس" سے وابستہ بھی رہے (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 129)

ناول کا ایک اہم کردار اعظم دیگر کرداروں سے ہونے والی گپ شپ کے دوران میں بہاول پور کے نامور شاعر ظہور نظر کی گلی میں رہائش پزیر ہونے کا انکشاف کرتا ہے (دیا جلتا رہا دوم، 110) چونکہ اس گفتگو میں موجود تمام افراد ظہور نظر کی ادبی حیثیت سے واقف تھے اس لیے مصنف نے شاعر کے بارے میں کسی بھی قسم کی معلومات فراہم نہیں کیں صرف ان کی گلی میں رہائش پزیر ہونے کا سرسری سا تذکرہ کیا ہے۔

بہاول پور کے ادبی حلقوں میں جانا پہچانا نام ظہور نظر کا ہے جو 1923ء میں ساہیوال میں پیدا ہوئے ظہور ابھی سات برس کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا لہذا چچا نے انہیں بغرض تعلیم قادیان بھجوا دیا لیکن وہاں کے ماحول سے مطابقت نہ ہونے کے باعث انہوں نے سکول فار الیکٹریشنز لدھیانہ میں داخلہ لے لیا لدھیانہ میں انہیں ساحر لدھیانوی، ابن انشاء اور حمید اختر کی صحبت میسر رہی۔(13) کچھ عرصہ بعد لدھیانہ سے ترک سکونت کر کے دہلی چلے گئے جہاں وہ فرنیچر کی پالش کا کام کرنے لگے جلد ہی دہلی سے بہاول پور کا رخت سفر باندھا جہاں ان کی ہمشیرہ قیام پزیر تھیں انہوں نے ابتداء میں بہاول پور میں الیکٹریشن کا کام کیا اس کے بعد محکمہ انہار میں ڈرافٹسمین کی ملازمت اختیار کی وہ بہاول پور سے جاری ہونے والے اخبار "ستلج" سے وابستہ ہو گئے جبکہ 1939ء میں "ستلج" کے مدیر منتخب ہوئے انہوں نے ڈیڑھ سال تک یہ خدمات انجام دیں ان کا پہلا شعری مجموعہ "بھیگی پلکیں" 1945ء میں منظر عام پر آیا۔

ظہور نظر نے بہاول پور سے کراچی کا سفر اختیار کیا جہاں انہوں نے دیگر مصنفین کے ساتھ مل کر "انجمن ترقی پسند مصنفین" کی بنیاد رکھی انہیں انجمن کے پہلے سیکرٹری نامزد ہونے کا اعزاز حاصل ہوا وہ ڈیڑھ سال اس عہدے پر فائز رہے وہ "انجمن ترقی پسند مصنفین" پر حکومتی پابندی لگنے کے بعد بہاول پور لوٹ آئے جہاں انہوں نے ٹھیکیداری کو وسیلہ روزگار بنایا اکتوبر 1965ء میں ملکی تاریخ میں پہلی بار بہاول پور میں ایک رزمیہ مشاعرہ کا اہتمام کیا گیا جس میں ظہورِ نظر نے اپنا کلام سنا کر خوب داد سمیٹی اس مشاعرے میں پیش ہونے والا تمام شعراء کا کلام محکمہ اطلاعات بہاول پور نے بعد میں کتابی صورت میں چھاپا۔(14) انہوں نے بہاول پور سے رسالہ "عدل" کا اجراء کیا جبکہ لاہور سے جاری ہونے والے ماہنامہ "ملن" میں ان کے کالم 1980ء میں شائع ہوئے وہ ریڈیو پاکستان بہاول پور سے بھی وابستہ رہے ان کے تحریر کردہ ڈرامے 1975ء سے 1980ء تک ہفتہ وار ریڈیو پاکستان بہاول پور سے نشر ہوتے وہ نہ صرف ان ریڈیائی ڈراموں کے ہدایت کار تھے بلکہ صداکار بھی تھے

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

انہوں نے فلمی نغمات لکھنے میں بھی اپنے جوہر دکھائے ان فلموں میں "سلمٰی"، "" صبح کہیں شام کہیں" اور "پردیسی" شامل ہیں ظہور نظر علالت کے بعد 1982ء میں انتقال کر گئے۔(15)

اردو کے بہترین شعراء کی فہرست ظہور نظر کی شمولیت کے بغیر نامکمل ہے ان کا کلام قارئین کو فکری غذا فراہم کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ زیر بحث ناول میں ایک اور ادبی شخصیت عابد صدیق کا تذکرہ متعدد مواقع پر ملتا ہے ان کے شعری مجموعہ "پانی میں ماہتاب" میں شامل شعر

عابد یہ آدمی کی اذیت کا دور ہے
اچھے رہے وہ لوگ یقیناً جو مر گئے

(دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 115)

"دیا جلتا رہا" دوم میں درج ہے جسے ناول کا ایک کردار اعظم اپنے شعر کے طور پر پروفیسر راحیل کو سنا کر داد پاتا ہے اس ناول میں عابد صدیق کی زندہ دلی اور خوش طبعی کے واقعات بھی مزکور ہیں جس سے ان کی بزلہ سنجی کا پہلو اجاگر ہوتا ہے ناول "دیا جلتا رہا" دوم میں ایک مقام پر "اردو مجلس" کا بھی حوالہ موجود ہے پروفیسر عابد صدیق اس ادبی تنظیم کے روح رواں تھے یہ تنظیم 1977ء میں قائم ہوئی۔(16) عابد صدیق نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر "اردو مجلس" بہاول پور کے تحت ادب کی آبیاری میں بھرپور حصہ ڈالا خاص طور پر بہاول پور میں ادبی سرگرمیوں کے حوالے سے اس تنظیم کا کردار مثالی رہا۔

پروفیسر عابد صدیق دوراہا منڈی (ریاست پٹیالہ، بھارت) میں 12 مئی 1939ء کو پیدا ہوئے اور 7 دسمبر 2000ء کو ان کا انتقال ہوا انہوں نے 1955ء میں میٹرک اور 1958ء میں بی اے لاہور بورڈ سے کیا 1960ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے جبکہ فاضل اردو کی ڈگری لاہور بورڈ سے حاصل کی انہوں نے 1962ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے اردو کیا عابد صدیق نے موسیقی کی تعلیم اکیڈمی آف فائن آرٹس ملتان سے حاصل کی نیشنل کونسل آف ہومیو پیتھی گورنمنٹ آف پاکستان کے زیر اہتمام ہومیو پیتھک ڈاکٹر کی ڈگری مکمل کی انہوں نے ایمرسن کالج ملتان سے بحیثیت لیکچرار اردو ملازمت کا آغاز کیا اور 2000ء میں ایس ای کالج بہاول پور سے بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو ریٹائر ہوئے اس دوران میں وہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے شعبہ اردو میں بھی اعزازی طور پر درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے اس کے علاوہ وہ بہاول پور ہومیو پیتھک میڈیکل کالج میں بھی پڑھاتے رہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

عابد صدیق نے سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ فریدیہ اور سلسلہ چشتیہ صابریہ میں تربیت پائی ان کے پچاس سے زائد تحقیقی و تنقیدی مقالات مختلف رسائل وجرائد کی زینت بن چکے ہیں ان کی زیر نگرانی ایم اے کی سطح پر دو مقالات بعنوان " ارفعیت کے بارے میں لان جائی نس کے رسالہ کا ترجمہ و تحقیق" اور "میر باقر داستان گو حیات و فن" مکمل ہوئے انہوں نے ادبی، مذہبی، سیاسی اور تاریخی موضوعات پر لاتعداد ریڈیائی تقاریر، مذاکرے اور فیچر پیش کیے گورنمنٹ کالج بہاول پور کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں سیرت کانفرنس اور آل پاکستان مشاعرہ کا انعقاد بھی ان کی علم پروری اور ادب دوستی کا ثبوت ہے عابد صدیق نے گورنمنٹ کالج بوسن روڈ ملتان اور گورنمنٹ ایس ای کالج بہاول پور کے ادبی میگزین شائع کیے۔ انہوں نے تعلیمی اداروں سے خاص نمبر کی اشاعت کی صحت مند روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے ایس سی کالج بہاول پور کے میگزین "نخلستان ادب" کا اقبال نمبر 1978ء اور قائد اعظم نمبر 1979ء میں جاری کیا۔(17)

مصنف نے اپنے ناول میں بہاول پور کے سابق کمشنر مرتضیٰ برلاس کو اعلیٰ پایہ شاعر قرار دیا ہے (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 114) یوں تو پاکستان کے کئی بیوروکریٹ ادب سے خاص شغف رکھتے ہیں لیکن مرتضیٰ برلاس پاکستان کے ان بیوروکریٹ میں شامل ہیں جو بحیثیت شاعر اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔

مرتضیٰ بیگ برلاس یو۔ پی کے شہر رام پور میں 20 جنوری 1934ء کو پیدا ہوئے آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔ ایس۔ سی ریاضی کی ڈگری لی انہوں نے پاکستان منتقل ہونے کے بعد پی۔ سی۔ ایس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور کمشنر کے عہدے پر فائز ہوئے۔(18) وہ بہاول پور میں بھی بطور کمشنر تعینات ہوئے جہاں انہوں نے اپنے عرصہ ملازمت میں کئی عالمی مشاعرے منعقد کروائے 2 مئی 1991ء کو بہاول پور میں منعقدہ پہلے عالمی مشاعرہ کی صدارت کا اعزاز انہیں حاصل ہے جس میں 61 شعراء شریک ہوئے۔(19) وہ بورڈ آف ریونیو کے رکن بھی رہے انہوں نے ملازمت کے ساتھ شاعری پر طبع آزمائی بھی جاری رکھی ان کے شعری مجموعوں میں "تیزی کرب"، "ارتعاش"، "اضطرار"، "گرہ نیم باز" اور "تکملہ" شامل ہیں جبکہ ان کا کلیات بھی شائع ہو چکا ہے جسے عباس تابش نے ترتیب دیا۔ اس ناول "دیا جلتا رہا" دوم میں رنگیلا بازار کے ایک دکان دار کو با آواز بلند ایک شعر کی تکرار کرتا دکھایا گیا ہے شعر یوں ہے۔

مری بستی کے بچوں کی یہی پہچان کافی ہے
نہ ان کے پاس تختی ہے نہ ان کے پاس بستے
ہیں

Gohar-e-Tahqeeq
HEC “Y” Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

(دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 89)

درج بالا شعر ترقی پسند خیالات کے حامل اردو اور سرائیکی زبان کے شاعر غلام سرور ناز کا ہے جو 11 ستمبر 1948ء کو بہاول پور میں پیدا ہوئے ان کا تعلق ریاست پٹیالہ ہندوستان کے علاقے شیر اں والا کے راجپوت چوہان خاندان سے تھا ان کے والد رشید احمد پیشہ کے اعتبار سے درزی تھے سرور ناز نے بہاول پور کے حلقہ نمبر 5 کے سکول سے پرائمری کرنے کے بعد عباسیہ ہائی سکول میں داخلہ لیا لیکن وہ میٹرک مکمل نہ کر پائے کم عمری میں شاعری کا آغاز کرنے والے سرور ناز نے بہاول پور کے معروف شاعر سید آل احمد سے تلمذ کیا اس کے علاوہ انہوں نے ایک اور شاعر سلیم شہزاد (شعری مجموعہ، مسافتیں) سے بھی اپنی شاعری پر اصلاح لی سرور ناز ترقی پسندانہ موضوعات کو شاعری کے لبادے میں پیش کرنے پر پابند سلاسل بھی ہوئے وہ سیاسی طور پر پاکستان پیپلز پارٹی سے وابستہ تھے انہوں نے پیپلز پارٹی کے تمام بڑے لیڈران کے قصائد لکھے انہوں نے مختلف اصناف سخن حمد، نعت، منقبت، سلام، نوحہ، قطعہ اور غزل پر طبع آزمائی کی اور ان سب میں کامیاب رہے یہ ترقی پسند شاعر معاشی آسودگی کا خواب لیے 9 فروری 2002ء کو جہان فانی سے رخصت ہو گیا سرور ناز کا شعری مجموعہ "تیرے ملنے کے سو بہانے تھے" ان کی وفات کے بعد شائع ہوا جسے انہوں نے اپنی زندگی میں ترتیب دے دیا تھا لیکن مالی تنگدستی اس کی اشاعت میں آڑے رہی۔(20) طبقاتی تقسیم، غیر منصفانہ تقسیم زر، معاشرتی برائیاں اور مارشل لا ان کے بڑے موضوعات ہیں۔

بہاول پور سے تعلق رکھنے والے شاعر خورشید ناظر کا نام بھی ناول کے کردار متعدد مواقع پر لیتے ہیں ناول میں میڈم شیزا کوثر شعبہ اسلامیات کے استاد غزل کاشمیری کی زبانی خورشید ناظر کا تعارف ان الفاظ میں کراتی ہیں کہ " کل میں اپنے ایک محقق، نقاد، ادیب، استاد اور شاعر دوست خورشید ناظر سے ملا" (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 129) اس ناول سے معلوم ہوتا ہے کہ خورشید ناظر بھی " اردو مجلس" سے وابستہ تھے (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 129) مصنف نے ناول میں خورشید ناظر کا مختصر لیکن بھرپور انداز میں تعارف کرا کے قارئین کو ان کی جانب متوجہ کیا ہے۔

ملک خورشید احمد 2 جنوری 1944ء کو ملک غلام نبی کے گھر پیدا ہوئے جو محکمہ مال میں ملازمت کرتے تھے ملک خورشید احمد بہاول پور کے ادبی افق پر خورشید ناظر کے نام سے ابھرے انہوں نے میٹرک عباسیہ سکول بہاول پور سے جبکہ ایف۔اے اور بی۔اے بالترتیب انٹر کالج بہاول پور اور ایس ای کالج بہاول پور سے کیا بعد ازاں کراچی یونیورسٹی سے بی کام کی ڈگری لی انہوں نے کچھ عرصہ محکمہ بہبود آبادی میں ملازمت کی انہوں نے سیٹلائٹ ٹاؤن بہاول پور میں ایک پرائیویٹ سکول قائم کیا

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

اور آج کل اسی سکول کو چلانے کے علاوہ مختلف فورمز کے تحت سماجی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں عملی سیاست میں قدم رکھتے ہوئے وہ اپنے علاقے کے کونسلر منتخب ہوئے۔(21)

کتابی سلسلہ "حروف" کی ادارت کرنے کے علاوہ انہوں نے "بالواسطہ" کے عنوان سے روزنامہ "ستلج" بہاول پور میں کالم بھی لکھے ان کا کلام جن رسائل و جرائد کی زینت بنا ان میں "نئی قدریں"، "الزبیر"، "ماہ نو" اور "اوراق" شامل ہے ان کی تصانیف میں "منظوم شرح اسماء الحسنیٰ"، سیرت پر "بلغ العلی بکمالہ"، "حسنت جمیع خصالہ"، "کشف الدجی بجمالہ"، غیر منقوط حمدیہ کلام "وللہ الحمد"، "اللہ الصمد"، غیر منقوط مجموعہ حمد ونعت "مالک عالم سرور عالم"، "ملاک و محور عالم محمد"، "توشیح اسماء الحسنیٰ"، "توشیح اسمائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم"، سفر نامہ حج "ہر قدم روشنی" کے علاوہ "خواجہ غلام فرید کی کافیوں میں قوافی کا فنی جائزہ"، "کلام فرید اور مغرب کے تنقیدی رویے" اور پانچ درسی کتب (معلومات عامہ) شامل ہیں۔

مصنف نے "دیا جلتا رہا" دوم میں "اردو مجلس" کا تعارف کراتے ہوئے اس کے جن فعال ممبران کا ذکر کیا ہے ان میں عابد صدیق اور خورشید ناظر کے علاوہ انور صابر اور زوار حسین شاہ کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں (دیا جلتا رہا دوم، صفحہ 138) محمد انور صابر نے زندگی کا بیشتر حصہ بہاول پور میں گزارا ان کا شمار بہاول پور کی علمی ادبی شخصیات میں ہوتا ہے۔ 25 مارچ 1948ء کو جڑانوالہ میں پیدا ہونے والے محمد انور صابر ایس سی کالج بہاول پور سے بطور پروفیسر 2018ء میں ریٹائر ہوئے جہاں ان کا بحیثیت لیکچرار اردو 1976ء میں تقرر ہوا ان کے والد کا نام میاں نیاز محمد تھا انور صابر نے جڑانوالہ کے مختلف تعلیمی اداروں سے میٹرک، ایف ایس سی اور گریجوایشن کیا انہوں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے اردو کیا جبکہ 1994ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور سے "پاکستان میں اردو غزل کا ارتقاء" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ان کا تحقیقی مقالہ 840 صفحات پر مشتمل تھا اس وسیع موضوع پر نہایت عرق ریزی سے مکمل کیے گئے تحقیقی مقالہ کو اردو اکادمی پاکستان نے ڈاکٹر وحید قریشی کی سرکردگی میں 2002ء میں شائع کیا انہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ پنجاب کالج بہاول پور میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں انہوں نے کتابی سلسلہ "حروف" کی ادارت کی جس کے زیر اہتمام 1983ء تا 1986ء چار کتب شائع ہوئیں انور صابر کے کلام کا انتخاب "سراب دشت تمنا" بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے انہوں نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے لیے بی اے لیول کی دو درسی کتب ترتیب دینے کے علاوہ ایک شرح بھی لکھی۔(22) صادق ایجرٹن کالج بہاول پور کے رسالہ "نخلستان ادب" کا اقبال نمبر اور خواجہ غلام فرید نمبر بھی ان کے ادبی و علمی کارنامے ہیں انور صابر نے بحیثیت سیکرٹری "اردو مجلس" بہاول پور بھی خدمات انجام دیں ان کے علاوہ سید زوار حسین شاہ گردیزی بھی اسی ادبی مجلس کے سیکرٹری رہے ان کا نام

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

بھی اس حوالے سے ناول میں موجود ہے محقق، نقاد اور انشائیہ نگار سید زوار حسین گردیزی 22 مئی 1962ء کو سید جعفر حسین گردیزی کے گھر پیدا ہوئے گورنمنٹ ہائی سکول مبارک پور سے میٹرک کیا اور صادق ایجرٹن کالج بہاول پور سے ایف اے اور بی اے پاس کیا 1987ء میں صادق ایجرٹن کالج بہاول پور میں لیکچرار اردو تعینات ہوئے اپنی پوری مدت ملازمت اسی ادارے میں گزار کر 2022ء میں بحیثیت صدر شعبہ اردو ریٹائر ہوئے انہوں نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ان کے تحقیقی مقالہ کا موضوع "سید قائم رضا نسیم امروہوی حیات و کارنامے" ہے جو کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔(23) جبکہ ان کے 16 انشائیوں پر مشتمل مجموعہ "شور اور شعور" بھی منظر عام پر آ چکا ہے زوار حسین گردیزی 20 سے زائد ریسرچ پیپرز کے خالق ہیں خاص طور پر ان کے اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے حوالے سے تحقیقی مقالہ بعنوان "یہ ہماری زبانیں" جو "اخبار اردو" میں شائع ہوا، کو علمی و ادبی حلقوں میں خوب پزیرائی ملی اس ریسرچ پیپر میں انہوں نے اردو زبان کی پیدائش کے تعین کے لیے سائنٹیفک طریقہ اپنانے پر زور دیتے ہوئے اب تک اردو کے آغاز کے حوالے سے پیش کیے جانے والے تمام نظریات کی اساس علاقائی وابستگی کو قرار دیا اس تحقیق میں ڈاکٹر شفیق احمد ان کے معاون محقق تھے وہ ایس ای کالج بہاول پور کے ادبی رسالہ "نخلستان ادب" کے چیف ایڈیٹر بھی رہے ان کی ادارت میں صادق ایجرٹن کالج بہاول پور کے قیام کی 125 سالہ تقریبات کے سلسلے میں "ایس ای کالج نمبر" اور "قومی یک جہتی نمبر" بھی شائع ہوئے انہوں نے مؤخر الذکر نمبر کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے اس نمبر کے لیے سات بین الاقوامی سطح کے اسکالرز سے اس موضوع پر مضامین لکھوائے۔(24)

ڈاکٹر شفیق احمد نے ناول "دیا جلتا رہا" دوم میں مشاہیر ادب اور ان کی تخلیقات کا تذکرہ جس خوبصورتی سے کیا ہے وہ ان کے بڑے ناول نگار ہونے پر دلالت کرتا ہے یہ ناول مختلف مشاہیر ادب کے حوالوں سے سجا گلدستہ ہے جسے ناول نگار نے پلاٹ میں کمال مہارت سے پرو دیا ہے بلاشبہ یہ اچھوتا پن اردو ناول کی روایت میں ایک شاندار اضافہ ہے چونکہ قارئین ادب اور ناقدین ادب کے لیے مشاہیر کی سوانح میں خاص کشش ہوتی ہے اس لیے امید ہے درج بالا معلومات مستقبل کے محققین کے لیے کارآمد ثابت ہو گی۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

حوالہ جات

1. راقم الحروف استفسار از پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد، بذریعہ فون بتاریخ 28 فروری 2026ء
2. عبداللہ سید، میر تقی میر، مضمون مشمولہ: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد دوم، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی پریس، 2009ء)، صفحہ 99
3. افتخار احمد صدیقی، مولوی نذیر احمد دہلوی، مشمولہ: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند جلد چہارم، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی پریس، 1972ء)، صفحہ 337
4. ایضاً، صفحہ 343
5. فرمان فتح پوری، اقبال سب کے لیے، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، 2014ء)، صفحہ 40
6. رفیع الدین ہاشمی، علامہ محمد اقبال، مشمولہ: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند جلد پنجم، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی پریس، 2012ء) صفحہ 69
7. فرمان فتح پوری، اقبال سب کے لیے، صفحہ 62
8. 8 ایضاً، صفحہ 59
9. زکریا خواجہ محمد پروفیسر ڈاکٹر، بیسویں صدی کے نصف آخر میں افسانوی ادب مشمولہ: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد پنجم، صفحہ 502
10. ایضاً
11. زکریا خواجہ محمد، غزل گو، مشمولہ: تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند جلد پنجم، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی پریس، 2012ء)، صفحہ 373
12. محمود احمد کاوش، مکتوبات مشفق بنام سید سعید احمد، (کراچی: فضلی بک، 2023ء)، صفحہ 9

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 58-74

13. نواز کاوش، بہاول پور کا ادب، صفحہ 123
14. ایضا، صفحہ 343
15. ایضا، صفحہ 192
16. نواز کاوش، بہاول پور کا ادب، صفحہ 332
17. صفوان محمد چوہان، تحسینیات، (لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، 2005ء)، صفحہ 24
18. زکریا خواجہ محمد پروفیسر ڈاکٹر، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند، جلد پنجم، صفحہ 333
19. نواز کاوش، بہاول پور کا ادب، صفحہ 333
20. عاصمہ رانی، شفیق احمد پروفیسر ڈاکٹر، ریاست بہاول پور کا بھولا بسرا شاعر۔۔۔ سرور ناز، مشمولہ: الماس، (خیر پور (سندھ): شاہ عبد اللطیف بھٹائی یونیورسٹی 12-2011ء)، شمارہ نمبر 13، صفحہ 197
21. نواز کاوش، بہاول پور کا ادب، صفحہ 138
22. راقم الحروف استفسار از پروفیسر ڈاکٹر انور صابر، بذریعہ فون بتاریخ 15 اپریل 2026ء
23. شفیق احمد پروفیسر ڈاکٹر، اہل قلم ڈائریکٹری بہاول پور، (بہاول پور: اسلامیہ یونیورسٹی، 2014ء)، صفحہ 88
24. راقم الحروف استفسار از پروفیسر ڈاکٹر زوار حسین گردیزی بذریعہ فون بتاریخ 24 اپریل 2026ء